QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

ارضِ مقدس 'فلسطین' الہامی مذاہب کے تناظر میں: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Sacred Land of Palestine in the context of divine religions: an Analytical study

Dr. Asma Aziz
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, Govt. College Women University, Faisalabad
Asmaaziz@gcwuf.edu.pk
Noor Fatima
M.Phil Scholar, Dept. of Islamic Studies, Govt. College Women University, Faisalabad
noorfatima121299@gmail.com

The land of Palestine carries importance in every Semitic religion. This land has been called "Sacred Land" because of its importance in three Abrahamic religions, Judaism, Christianity and Islam. Its significance and holiness to inspired religion derives from its strong association with Prophet Abraham, David, Solomon and Jesus. In addition to that, thousands of Prophets belong to this Holy land; their graves make this land sacred for the believers. The holy perspective manifested in teachings of all three religions is the only way to study history of this sacred land.

Keywords: Sacred Land, Palestine, Masjid al Aqsa, Semitic religion, historical facts.

تعارف:

فلسطین کی سرزمین ہر مسلمان کے دل میں ایک عظیم مقام رکھتی ہے۔ قرآن کریم میں واضح نصوص کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین ایک مقدس اور بابرکت سرزمین ہے۔ فلسطین میں ہی بیت المقدس موجود ہے جو مسلمانوں کا قبلہ اول اور روئے زمین پر بنائی جانے والی دوسری مسجد ہے، اسلام میں مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تیسری مسجد ہے اور اسراء و معراج کی سرزمین ہے۔ اسی کی جانب نبی کریم ﷺ

کو معراج میں پہلے مرحلے میں سفر کرایا گیا۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے۔ اسی سرزمین میں قرآں میں مذکور بہت سے انبیاءؑ کی ولادت ہوئی، یہیں ان انبیاء کرامؑ نے زندگی کے ایام گزارے اور وہیں مدفون ہوئے۔ تینوں الہامی مذاہب میں یہ زمین اہمیت کی حامل ہے۔

فلسطین دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ یہ اس علاقے کا نام ہے جو لبنان اور مصر کے درمیان تھا جس کے بیشتر حصے پر اب اسرائیل کی ریاست قائم کی گئی ہے۔ اس سے پہلے یہ تمام علاقہ فلسطین کہلاتا تھا۔ فلسطین ایشیاء کا ملک ہے۔ مصر، لبنان اور سیریا اس کے ہمسایہ ملک ہیں۔ فلسطین تین براعظموں ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے درمیان پل کا کام کرتا ہے۔ یہ شہر مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ اول یہیں ہے۔ فلسطین دیگر ناموں سے بھی مشہور ہے جیسے ارض کنعان، بلستین۔ فلسطین کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے: "فلس" جس کے معنی "چھلکے" کے ہیں اور "طین" جس کے معنی "مٹی" کے ہیں۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اس علاقے کے لوگوں کا پیشہ زراعت تھا۔[1]

یروشلم:

یروشلم کنعان کے قدیم شہروں میں معروف شہر ہے۔ آج سے تقریبا تین ہزار سال قبل حضرت داؤدؑ نے اس شہر کو اپنی عظیم سلطنت "اسرائیل" کا دار الحکومت بنایا۔ یہی شہر حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے اہم ترین ایام کا گواہ ہے۔ اسی شہر میں آپؑ نے دعوت و تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ دین اسلام میں بھی اس شہر کی اہمیت مسلمہ ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت اسی شہر میں فرمائی اور معراج کے سفر کا آغاز بھی اسی شہر سے ہوا۔

یروشلم کو القدس بھی کہا جاتا ہے۔ فلسطین کا دارالسلطنت کی حیثیت سے اور عالمی سطح پر ایک دینی، تاریخی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت سے معروف رہا۔ فلسطین کا اہم مرکز اور تاریخی شہر ہے۔ یہ فلسطین کے قلب میں واقع ہے۔[2] انٹرنیشنل اسٹینڈرڈ بائبل انسائیکلوپیڈیا میں یروشلم کے معنی کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> With regard to the meaning of the original name, there is no concurrence of opinion. The oldest known form, Ura-sa-lim, has been considered by many to mean either the “City of Peace” or the “City of (the God) Salem” but other interpreters, considering the name as of Hebrew origin, interpret it as the “possession of peace” or “foundation of peace”.[3]

---

[1] ‘Ināyatulah Vānī, Bayt ul Muqadas Hqāiq o Sazishon ke Aine main, (Lucknow, Maulanā Abul Ḥasan ‘Alī Nadvi Institute, 2016 AD), 18.

[2] Khāwar Niyāzi, Bait ul Muqadas : Pānch Hzār Bras Qadīm Shehr, 28.11.2023/10:30

[3] Sanā’ullah Tāhir, Shehr-eMuqadas Yarushlam ki Tārīkh aur Ḥāl, 28.11.2023, 10:44.

اصل نام کے معنی کے حوالے سے کوئی اتفاقِ رائے نہیں ہے۔ قدیم ترین معلوم صورت "Ura-sa-lim" بہت سوں کے نزدیک "شہر اماں" یا "بلدِ سالم یعنی خدا کے شہر سے عبارت ہے جبکہ دوسرے بعض صاحبانِ معنی اسے عبرانی اصل اسم سمجھتے ہوئے "غلبہ امن" یا "بنائے امن" سے تعبیر کرتے ہیں۔

تاہم ہر دو صورت میں اس لفظ کا لغوی معنی اس کی شہودی تقدیس کی دلیل ہے جو اس کی عظمتِ مکانی کو متضمن ہے۔

بیت المقدس:

بیت المقدس کو القدس بھی کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی "پاکیزہ شہر" کے ہیں۔ بیت کا مطلب "گھر" اور القدس کا مطلب "مقدس" کے ہیں۔ اس کو "متبرک گھر" کہا جاتا ہے۔[4]

بیت المقدس کی تعمیر:

بیت المقدس کی تعمیر کے حوالے سے احادیث مبارکہ میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مسجد اقصیٰ روئے زمین پر موجود تعمیر کے لحاظ سے دوسری مسجد ہے جس کو حضرت آدمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اللہ کے حکم سے تعمیر کیا اور فضیلت کے اعتبار سے مسجد اقصیٰ بیت الحرام اور مسجد نبوی ﷺ کے بعد سب سے افضل مانی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کی تعمیر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

> ابا ذر يقول: سالت رسول الله ﷺ اي مسجد وضع اولا؟ قال:" المسجد الحرام"، قلت: ثم اي؟ قال:"المسجد الاقصى"، قلت: وكم بينهما؟ قال:" اربعون عاما"[5]
>
> "حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا، میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد الحرام، میں نے عرض کیا: پھر کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ مین نے پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال کا۔"

بیت القدس کی تعمیر تین انبیاء کرامؑ نے فرمائی اور ہر ایک نبی نے اپنے انداز میں اس کی تعمیر اور توسیع فرمائی۔ بیت المقدس کی تعمیر کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کی تعمیر چار ادوار میں ہوئی جس میں پہلا دور فرشتوں کا ہے کہ سب سے پہلے بیت المقدس کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ یہاں تین ادوار کو بیان کیا گیا ہے جن کا بیان ذیل میں ہے۔

---

[4] Sanā'ullah Tāhir, Shehr-eMuqadas Yarushlam ki Tārīkh aur Ḥāl, 28.11.2023, 10:44.

[5] Nisāi, Aḥmad bin Shū'aib, kitāb ul Msājid, (Karachi: Maktaba tul Bushrā, 2012 AD), Hadith No.691.

پہلا دور:

بیت المقدس کی تعمیر کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے چلا آرہا ہے۔ سب سے پہلے بیت المقدس کی بنیاد حضرت آدمؑ نے ڈالی۔ آپؑ نے دنیا میں کعبۃ اللہ شریف کے قیام کے چالیس سال بعد بیت القدس کی بنیاد ڈالی۔[6] جس کا ثبوت درج بالا حدیث سے ملتا ہے۔

دوسرا دور:

دوسری دفعہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی۔ تاریخ میں بیان کیا گیا حضرت یعقوب علیہ السلام حران کی جانب چلے۔ دوران سفر رات کے سائے چھانے لگے۔ آپ ایک جگہ محو استراحت ہوئے ایک پتھر کو سرہانہ بنایا اور نیند کے مزے لینے لگے۔ اسی دوران خواب دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی آسمان سے زمین تک ہے اور فرشتے اس سیڑھی کے ذریعے آسمان پر چڑھتے اور اترتے ہیں۔ اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے مخاطب ہوتے ہیں کہ اے یعقوب میں بہت جلد اس سرزمین کو تیری اور تیری اولاد کے لیے بابرکت بنادوں گا اور تجھے اولاد کثیر عطا کروں گا۔ یہ زمین تیرے اور تیرے بعد آنے والی تیری نسلوں کے لیے مختص ہو گی۔

آپ علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو خواب پر خوش ہوئے، منت مانی کہ اگر بخیر وعافیت اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹ آئے تو عبادت الٰہیہ کے لیے یہاں عبادت خانہ تعمیر کروں گا اور اللہ تعالیٰ جو بھی رزق عطا فرمائے گا اس کا دسواں حصہ اسی کے نام پر وقف کروں گا۔ جس پتھر کو آپ علیہ السلام نے سرہانہ بنایا تھا اس پر تیل لگا کر نشان زدہ کر دیا تاکہ اس کی پہچان اور شناخت باقی رہے اور اس جگہ کا نام "بیت ایل" (بیت اللہ) مقرر کیا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں اب بیت المقدس ہے۔[7]

تیسرا دور:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کل چالیس سال حکومت کی اور حکومت کے چوتھے سال بیت المقدس کی تعمیر شروع کروادی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو حکم دیا کہ اس کی دیواریں سنگ سفید سے بناؤ کیونکہ یہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں تب بموجب ارشاد ان کے جنوں نے ویسا ہی کیا اور ستون بھی اس کے چالیس گز لمبے سنگ مرمر سے بنائے اور کواڑ دروازوں کے آب نوس کے لگائے۔ ایک دروازے کا نام "باب داؤد"، دوسرے دروازے کا نام طوبیٰ، تیسرے دروازے کا نام باب رحمت اور چوتھے دروازے کا نام نبی العربی آخر الزمان رکھا اور اس کی چھت ساج کی لکڑی سے بنوائی اور دیوار اس کی سونے کی زراندودہ کی تھیں اور مسجد کے اندر قندیلیں چاندی کی لگوائی اور قندیل میں تیل کی جگہ لعل شب چراغ تھا اور اس کی روشنی سے سب روشن ہو جاتا تھا۔

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام گنبد کے دروازے پر جو شیشے سے بنایا تھا اپنا عصا ٹیکے کھڑے تھے۔ خدا کے حکم سے ملک الموت حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ میری ملاقات کو آئیں ہیں یا میری روح قبض کرنے کو؟ یہ سن کر ملک الموت نے کہا کہ میں آپ کی روح قبض کرنے کو آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے پانی پینے کی مہلت

---

[6] Aḥmad Yār Khan Na'īmī, Tafsīr-e- Na'īmī, (Lahore: Ziā' ul Quran Publications, 1992 AD), 16/15.

[7] Muḥammad bin I'smāīl, Qisas al Ambiyā', trans. Muḥammad Asad, (Lahore: Shabir Brothers), 351.

دیں۔ اس کے جواب میں ملک الموت نے کہا میں خدا کے حکم میں اب کچھ دیر نہیں کر سکتا ہوں اور اب آپ کے واسطے پانی پینے کا حکم خداوندی نہیں ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام عصا پر ٹکے کھڑے تھے اسی ہیئت پر ان کی جان قبض کر لی گئی۔ روایت میں ہے کہ دو ماہ تک آپؑ کی موت کی خبر کسی کو نہ ہوئی اور تمام جنات اسی طرح سے بیت المقدس کا کام انجام دیتے رہے یہاں تک کہ حضرت سلیما ن علیہ السلام کا عصا گھن کھا گیا اور جسم زمین پر گر گیا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے روز بے جان تھے۔ جب جنات نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کر لی تو آپؑ کا وصال ظاہر ہو گیا۔[8]

تینوں مذاہب میں فلسطین کا مقام:

بیت المقدس تینوں مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں اہمیت کا حامل ہے۔ فلسطین تینوں ادیان کے لیے مذہبی وابستگی رکھتا ہے۔ اسی لیے شروع سے ہی ان تینوں مذاہب میں فلسطین کے قبضہ کو لے کر جنگ و جدل جاری ہے۔

یہودیوں کے نزدیک بیت المقدس کا مقام:

یہود فلسطین کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک یہ زمین ان کا حق ہے اور اسے اپنے انبیاء کرام کی نسبت سے بابرکت گردان کر اس پر قبضہ کرنے کے خواہاں ہیں۔ یہود اپنے درج ذیل عقائد کی بنا پر بیت المقدس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں:

ارض موعود:

بائبل کے مطابق دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا حصہ یہودیوں کو خدا کی طرف سے عطا ہوا۔[9] ارض موعود سے مراد وہ سرزمین ہے جس کو دینے کا خدا نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا۔ یہود فلسطین کو اپنی موعودہ زمین تصور کرتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ یہودیوں کو اس سرزمین کی خدا تعالیٰ نے بشارت دی اور یہ زمین یہودیوں کا حق ہے۔

یہودی تہذیب کی مرکز سرزمین:

اہل یہود اس زمین کو اپنی تاریخ کا مرکز و محور گردانتے ہیں۔ اپنے انبیاء کرامؑ کا جائے مدفن سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ارض فلسطین ہی ان کے مقدسات کا مرکز ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے دور میں یہ سلطنت اپنے عروج کو پہنچی۔ موجودہ دور کے یہودی حضرت سلیمانؑ کے دور کی اس وسیع مملکت کو اپنا ہدف اور حق قرار دیتے ہوئے اس کی سرحدوں تک اسرائیل کو وسیع کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

دجال کا ظہور:

یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ دجال اسی سرزمین میں آئے گا اور یہود کے مرحومین کو زندہ کرے گا اسی لیے یہودی اپنے مرحومین کو اس سرزمین میں دفن کرتے ہیں اور اس زمین میں دفن ہونا اپنے لیے اعزاز مانتے ہیں۔ یہودی دجال کو اپنا مسیحا مانتے ہیں اور اپنے عبادت

---

[8] Ghulām Nabi ibn ʻInāyatullah, Qisas al Ambiyā', (Lahore: Akbar Book Sailors), 357.

[9] Zohayb Aḥmad, Mutālʻa Yahūdiyat (Lahore: Farūgh Publishers, 2021 AD), 24.

خانوں میں اپنی عبادت کے تینوں اوقات میں دجال کے آنے کی دعا کرتے ہیں۔[10] احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ یہودی دجال کی پیروی کریں گے اور دجال کے ساتھ مل کر پوری زمین پر قبضہ کی کوشش کریں گے۔ سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ، قال: "يتبع الدجال من يهود اصبهان سبعون الفا عليهم الطيالسة"[11]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیروکار ہوں گے جن پر سیاہ چادریں ہوں گی۔"

حدیث مبارک سے یہودیوں کا دجال کی پیروی کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کی جائے معاونت کی مکانی تعیین کی گئی ہے جس میں ظاہری آثار کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

مقدس پہاڑ:

بیت المقدس میں ایک پہاڑ ہے جو "صیہون" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑ یہودیوں کے ہاں بڑا متبرک سمجھا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اس پہاڑی پر حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ اسی پہاڑ کے تقدس کو عنوان بنا کر یہودیوں نے تحریک شروع کی جس کو تحریک صیہونیت کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کا مقصد فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن قرار دے کر اسے واپس لینے کا عزم کیا گیا۔[12]

یہودیوں کا قبلہ:

یہود بیت المقدس میں موجود صخرہ کو اپنا قبلہ مانتے ہیں۔[13] اللہ عزوجل نے ہر قوم کے لیے عبادت کی ایک سمت مقرر فرمائی جس کی جانب منہ موڑ کر ہر قوم نے اللہ عزوجل کی عبادت کی جو ان پر فرض کی گئی تھی۔ اللہ عزوجل نے اسی سرزمین میں عبادت کے لیے یہودیوں کا قبلہ مقرر فرمایا۔

دیوارِ گریہ:

یہودیوں کے نزدیک دیوار گریہ کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے کی اور موجودہ دیوار گریہ اس دیوار کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ہیکل سلیمانی مذہبی اعتبار سے یہودیوں کے نزدیک نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عبادت خانہ تھا۔ یہودیوں کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے معبد کو رومیوں نے تباہ کر دیا اور ایک باہری دیوار چھوڑ دی جس کو "دیوار گریہ یا مغربی دیوار" کہا

---

[10] Yusuf Tāhir, Yahūdiyat, (Intikhāb Jadīd Press, 2004 AD), 129.

[11] Muslim bin Hajāj, As Saḥīḥ al Muslim, Kitāb al Fitan, (Karachi: Maktaba al Bushrā, 2012 AD), Hadith No.7392.

[12] Zāhid ur Rāshidī, Israel, 'ālam-e-Islam aur Pakistan, (Rawalpindi: Pakistan Shariyat Council, 2006 AD), 23.

[13] Muḥammad Qasim Qādri, Sirat al Jinan fi Tafsīr al Qurān, (Karachi: Maktaba al Madina, 2013 AD), 233.

جاتا ہے۔ یہ یہودیوں کی ایک اہم یادگار ہے جس کے سامنے رونا گڑگڑانا اہل یہود کا ایک اہم مذہبی فریضہ ہے۔ یہودیوں کے نزدیک یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام (مسلمانوں کے مطابق حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام)کی قربانی کی تیاری کی۔ یہودیوں کی تاریخی روایات کے مطابق یہ دیوار اور اس کے ارد گرد کی تعمیرات اس بڑے معبد "ٹیمپل ماؤنٹ" کی باقیات ہیں جہاں یہودیوں کے مقدس معبد قائم تھے جنھیں منہدم کر دیا گیا۔[14]

مقام تخلیق کائنات:

یہودیوں کے نزدیک یروشلم ہی وہ مقام ہے جہاں سے تخلیق کائنات کی ابتداء ہوئی اور قیامت قائم ہونے کے بعد تمام لوگ بیت المقدس میں جمع ہوں گے۔[15] مسلمانوں کی طرح یہودیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے کائنات کی تخلیق فرمائی اور وہی اس کو اختتام فرمائے گا اور فلسطین ان کے ہاں اس لیے بھی مقدس ہے کہ وہ ابتداء وانتہا کائنات کا مقام اسی سرزمین کو مانتے ہیں۔

عیسائیوں کے نزدیک بیت المقدس کا مقام:

یہودیوں کے ساتھ ساتھ عیسائی بھی سرزمین فلسطین کو اپنے لیے مقدس مانتے ہیں اور اس پر قبضہ کرنے کے خواہاں ہیں اور کئی بار اس ضمن میں کوشش کر چکے ہیں۔ اہل نصاریٰ اس مقدس سرزمین کے متعلق درج ذیل عقائد رکھتے ہیں جن کی بنا پر انھیں یہ زمین عزیز ہے۔

مھد عیسیٰؑ:

عیسائی بھی فلسطین کو اپنے دین کا مرکز تصور کرتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت فلسطین میں ہوئی وہیں انھوں نے دعوت کا کام کیا۔ عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت بیت الحم میں ہوئی۔ یہ یروشلم کے جنوب مغرب میں پانچ میل پر ایک قصبہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت کی جگہ ایک شاندار چرچ تعمیر کیا گیا۔[16] عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں (نعوذباللہ) اور اس حوالے سے ان کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ان سے منسلک تمام مقامات کو اپنے لیے مقدس گردانتے ہیں انھیں میں سے ایک مقام فلسطین میں واقع ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مقام ہے۔

مقدس کلیسا:

فلسطین میں ہی عیسائیوں کے مذہبی مراکز بھی ہیں۔ فلسطین میں ہی ان کا سب سے مقدس چرچ موجود ہے جسے "چرچ آف دی ہولی سیپلکر"(Church of the Holy Sepulchre)یعنی "کنیسۃالقیامہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ دنیا بھر کے عیسائیوں

---

[14] Subūkh Syed/Diwār-e-Girya/31.12.2023/12:50.

[15] Yusuf Tāhir, Yahūdiyat, (Intikhāb Jadīd Press, 2004 AD), 129.

[16] Khayrullah, Qamūs al Kitāb, (Lahore: Masīḥī Ishā‘t Khāna, 1993 AD), 166.

کے لیے مقدس ترین جگہ ہے کیونکہ عیسائیوں کا اس چرچ کے بارے میں عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہیں مصلوب کیا گیا اور آپ یہیں مدفون ہیں۔[17]

عیسائیوں کا قبلہ:

عیسائی بھی یہودیوں کے ساتھ ساتھ بیت المقدس کو اپنا قبلہ مانتے ہیں۔ عیسائی بیت المقدس کے مشرقی مکان کو قبلہ مانتے ہیں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔[18]

اسلام میں مسجد اقصیٰ کا مقام:

اسلام میں بیت المقدس کو عظمت وبلندی اور تقدس کا مقام حاصل ہے۔ مشرق ومغرب میں موجود ہر مسلمان بیت المقدس کو تقدس کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کی تعظیم بجالاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول، اسراء ومعراج کی سرزمین، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والی سرزمین، انبیاء کرام اور رسولوں کا مسکن اور جہاد کی سرزمین ہے۔ اسی لیے تمام مسلمانوں پر بیت المقدس کا دفاع کرنا، اس کے مقدسات کو پامال ہونے سے بچانا اور اسے غیروں کے تسلط سے آزاد کروانا واجب ہے۔ بیت المقدس درج ذیل وجوہات کی بناپر مسلمانوں کے نزدیک اہمیت کی حامل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین:

سرزمین فلسطین متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین مانی جاتی ہے۔ اس سرزمین میں اللہ عزوجل نے سینکڑوں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ اس زمین میں بھی اللہ عزوجل کی توحید کا پیغام گونجے۔ یہ زمین سینکڑوں انبیاء کرام علیہم السلام کی جائے پیدائش ہونے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں انبیاء کرامؑ کا مدفن بھی ہے۔ اسی زمین میں کئی رسولوں نے اپنی جائے عبادت بنائی جن میں حضرت ابراہیم، حضرت داوٗد، حضرت سلیمان، حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام شامل ہیں جس کی بناپر مسلمانوں کے دلوں میں اس زمین کی بڑی اہمیت ہے۔

بابرکت زمین:

مسلمانوں کے نزدیک مسجد اقصیٰ کے ساتھ ساتھ اس کا اردگرد بھی بابرکت شمار کیا جاتا ہے۔اس کی بابت خود اللہ ذوالجلال نے قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر ارشاد فرمایا۔ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ[19]

"اے میری قوم کے لوگو! اس مقدس شہر میں داخل ہو جاوٗ جس کو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا۔"

---

[17] ʻInāyatulah Vānī, Bayt ul Muqadas Hqāiq o Sazishon ke Aine main, 53.

[18] Muḥammad Qasim Qādri, Sirat al Jinan fi Tafsīr al Qurān, 233/1.

[19] Al Mā'dah: 21.

اس آیت مبارک میں فلسطین کو تقدیس سے معمور قطعہ ارض باور کیا گیا ہے جو اس زمین کے بابرکت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ دیگر کئی آیات مبارکہ بھی اس شہر اور اس کے ارد گرد کے بابرکت اور مقدس ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

قبلہ اولیٰ:

مسجد اقصیٰ کو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کا پہلا قبلہ مقرر فرمایا، بعثت نبوی کے دسویں سال اسراء و معراج کے موقع پر نماز کی فرضیت کے بعد سے لے کر تحویل قبلہ کے حکم تک مسلمان بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو بیت المقدس کی طرف، جو اہل کتاب کا قبلہ تھا، منہ رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ یہ عمل سولہ سے سترہ ماہ تک جاری رہا، لیکن نبی کریم ﷺ کے خواہش کے مطابق اللہ عزوجل نے تحویل قبلہ کا حکم فرمایا اور بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنادیا گیا۔ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۚ[20]

"اور جہاں سے آپ باہر نکلیں موڑ لیا کریں اپنے رخ مسجد حرام کی جانب۔"

اسی حکم پر دوران نماز اللہ عزوجل نے مسلمانوں کا قبلہ نبی کریم ﷺ کی منشاء کے مطابق تبدیل کر دیا اور اب قیامت تک مسلمان بیت اللہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے رہیں گے جسے تحویلِ قبلہ کی ترکیب سے بیان کیا جاتا ہے۔

معراج:

بیت المقدس کو دوسرا یہ اعزاز حاصل ہے کہ اللہ عزوجل نے اسراء و معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے لیے زمینی سفر کی انتہا اور معراج سماوی کا نقطہ آغاز بنایا۔ رضائے الٰہی کے مطابق اس سفر کا آغاز مسجد حرام سے ہوا اور یہ زمینی سفر بیت المقدس میں خاتم الانبیاء ﷺ کی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو امامت کے ساتھ مکمل ہوا، جس سے نبی کریم ﷺ کی افضلیت کی دلیل بھی قائم ہوئی۔ قرآن کریم میں اس سفر کا ذکر اس طرح سے فرمایا گیا:

سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا ٱلَّذِى بَٰرَكْنَا حَوْلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنْ ءَايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ[21]

"بڑی مقدس ہے وہ ذات پاک جو اپنے بندے کو لے گئی راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے ارد گرد کو ہم نے برکتوں سے معمور کر رکھا ہے، مقصد یہ تھا کہ ان کو ہم اپنی نشانیاں دکھا دیں، بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔"

---

[20] Al Baqrah: 150.

[21] Al Isra':1.

یہ واقعہ معراج نبی کریم ﷺ کی افضلیت اور اصالت کی دلیل ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بیت المقدس کی فضیلت و اہمیت کی دلیل بھی ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ کی امامت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو میسر آئی تھی۔

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین کی اہمیت یہود، عیسائی اور مسلمانوں تینوں الہامی مذاہب کے پیروکاروں کی نظر میں ہے۔ سرزمین فلسطین قدیم زمانے سے خطہ زمین پر موجود ہے اور بیت المقدس فلسطین کے وسط میں واقع ہے۔یہ وہ سرزمین ہے جو تمام سامی مذاہب کے لیے مقدس اور مذہبی اعتبار سے اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے کہ یہاں بہت سے انبیاء کرامؑ مبعوث ہوئے۔تینوں الہامی مذاہب کے پیروکار اپنے مخصوص عقائد کی وجہ سے فلسطین کو مقدس مانتے ہیں۔یہودیوں کے نزدیک حضرت سلیمانؑ سے نسبت ہونے کی بنا پر بیت المقدس ان کے لیے اہمیت کی حامل ہے۔عیسائی اس سرزمین کو حضرت عیسیٰؑ کی جائے ولادت کے سبب بابرکت مانتے ہیں اور مسلمانوں کے نزدیک بیت المقدس قبلہ اول اور معراج کیے سبب مقدس ہے اور یہ وہ سرزمین ہے جہاں تمام انبیاء کرامؑ کو نبی کریم ﷺ نے امامت کروائی۔اس کے ساتھ ساتھ یہ زمین بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کی جائے پیدائش، پیغام الٰہی کے نزول کا مقام، متعدد انبیاء کرامؑ کی ہجرت کی زمین اور جلیل القدر انبیاء کرامؑ کی جائے مدفن ہے۔ان وجوہات کی بنا پر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ مسجد اقصیٰ کے تحفظ کے لیے اپنی سرتوڑ کوشش کرے۔

سفارشات:

درج بالا تحقیق کے بعد فلسطین کے عنوان سے متعلق چند سفارشات اور تجاویز پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ مسئلہ فلسطین اور عالم اسلام کی خاموشی کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے اور زیرِ نظر تحریر میں موجود تاریخی پسِ منظر اس میں معاونت کرتا ہے۔

۲۔ اسرائیل اور فلسطین تنازع کا عالمی سطح پر حل ہونا چاہیے جس کا تقاضا فلسطین کا پسِ منظر بھی کرتا ہے۔

۳۔ فلسطین کے متعلق اسلامی علمیت میں موجود پیشین گوئیوں کا مطالعہ ہونا چاہیے تاکہ فلسطین کے حوالے سے ہونے والی جدوجہد کو بامعنی پس منظر دیا جاسکے۔